تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵۸

الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

غلام احمد قادیانی

THE ALFAZL QADIAN

اخبار ہفتہ میں دوبار

الفضل

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ ایک آنہ — قادیان

قیمت سالانہ پیشگی ... ششماہی ... سہ ماہی ...

جماعت احمدیہ کا مسلا آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۶ — مورخہ ۲۴ر اگست سنہ ۱۹۲۶ء — یوم سہ شنبہ — مطابق ۱۴ صفر سنہ ۱۳۴۵ ہجری — جلد ۱۴

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خیر و عافیت ہے۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب و حضرت میاں شریف احمد صاحب کے صاحبزادگان ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و عافیت کے متعلق جو اطلاع موصول ہوتی ہے۔ اسے ساکنین قادیان کی اطلاع کے لئے بورڈ پر لکھکر شائع کر دیا جاتا ہے۔

سید ولی اللہ شاہ صاحب ضروری کام کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے۔

مولوی ارجمند خانصاحب مولوی فاضل کو ضلع ہزارہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ڈلہوزی میں

۱۰-۱۱ر اگست کو حضور کی طبیعت اچھی رہی۔ ۱۲ر اگست کی شام کو گلے میں نزلہ کی شکایت یک بیک ہو گئی۔ اور رات کو بھی طبیعت خراب رہی۔ اس دن حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء گورداسپور اور کپتان کمال الدین صاحب تشریف لائے یہ دونوں صاحب نزدیک کی کوٹھیوں میں سکونت رکھتے ہیں۔ قریباً دو گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ جو مختلف امور پر مشتمل تھی جس کا بیشتر حصہ مسلمانوں کی سیاسی حالت پر تبصرہ تھا۔

۱۳ر اگست خطبہ جمعہ میں انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون پر تقریر فرمائی۔ فرمایا مسلمانوں کو اس آیت کی طرف خاص توجہ بہت عرصہ پہلے چاہیئے تھی۔ اسمیں مسلمانوں کیساتھ ایک وعدہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے امید قائم کر دی ہے۔ کہ اسلام بحیثیت مذہب ہرگز نیست و نابود نہ ہوگا۔ اور وہ لوگ جو قرآن شریف کی حفاظت کیطرف متوجہ رہینگے ہرگز ضائع نہ ہوں گے۔ باوجود ناموافق حالت کے قرآن کریم کی لفظی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ اور ایسی کہ ایک شوشہ بھی

نہیں بدلا۔ اس کے مقابل پر توریت اور انجیل میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہوگیا۔ پس خدا تعالیٰ وہ حفاظت بھی ضرور فرمائیگا کہ جس کے ذریعہ اسلام بحیثیت مذہب کے اور لوگ بحیثیت خادم قرآن کے قیامت تک قائم رہیں۔

اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ قرآن کی حفاظت کی طرف متوجہ رہیں۔

۱۶-۱۷-۱۸ اگست طبیعت خدا کے فضل سے اچھی رہی۔ شام کے وقت تھوڑی دیر کے لئے سیر کو تشریف لیجاتے رہے۔ لیکن ہر روز معمولی چڑھائی کے وقت سانس پھول جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے سفروں میں خاصکر ۱۹۲۰ء کے سفر میں تیز رفتاری کے ساتھ لمبی لمبی چڑھائی چڑھتے ہوئے بھی یہ کیفیت نہ ہوتی تھی۔

۱۹ اگست صبح کی نماز میں تشریف نہ لا سکے۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کچھ کچھ علیل رہتی ہیں۔

عزیزم خلیل احمد خدا کے فضل سے صحت اور توانائی میں ترقی کر رہے ہیں۔ اب چند قدم بغیر سہارے کے چل لیتے ہیں۔

خاکسار: حشمت اللہ

اخبار احمدیہ

امۃ الحی لائبریری

سب احمدی خواتین اور بچیاں

اپنی علم دوست بہنوں کی خدمت میں التماس کرتی ہوں کہ مرحومہ سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی یادگار میں یہاں ایک زنانہ لائبریری قائم کرنے کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے کیا ہے۔ جس کا ذکر سالانہ جلسہ پر کیا گیا تھا کئی ایک بہنوں نے کتابیں دینے اور چندہ کا وعدہ بھی کیا۔ مگر افسوس کہ بہت کم بہنوں نے اسکی ادائیگی کا فرض ادا کیا ہے۔ اب براہ مہربانی وہ کتابیں یا چندہ بہت جلد سکریٹری صاحبہ لجنۃ اماء اللہ کے نام بھیجیں اپنا وعدہ بہت جلد پورا کرکے ممنون فرمائیں۔ اور دیگر بہنیں لائبریری کے لئے کتابیں بھیجکر عزیزہ مغفورہ کی روح کو خوش کرکے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیں۔ نیز عنداللہ ماجور ہوں۔ آئیں تاکہ سالانہ جلسہ تک لائبریری کا انتظام اچھی طرح سے سرانجام ہو سکے۔ والسلام ناچیز سکینۃ النساء قائم مقام افسر امۃ الحی لائبریری

پریم کوٹ کی مسجد احمدیہ

موضع پریم کوٹ میں مسجد احمدیہ تیار ہوگئی ہے۔ مگر کچھ حصہ ابھی باقی ہے احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ پریم کوٹ کے احمدیوں کو مسجد کے مکمل کرنے کی توفیق بخشے۔ خاکسار اللہ دتہ سیکرٹری انجمن پریم کوٹ

درخواست دعا

۱۔ میں ایف اے ایل میں خدا کے فضل و کرم سے کامیاب ہوگیا ہوں۔ تمام احباب سے درخواست ہے۔ کہ میری دوسرے سال یعنی ایل ایل۔ بی میں کامیابی کیلئے دعا فرمادیں۔ خاکسار ایم فضل کریم خاں بی۔ اے آف فیض اللہ چک

۲۔ میری بیوی بیمار ہے۔ احباب دعا صحت فرمادیں۔ عبداللہ احمدی از جھنڈوساہی۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ۱۱ اگست کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ تمام احمدی احباب مولود کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمادیں۔ عبدالمجید ہیڈ ماسٹر از سکندر آباد جھنگ

(۲) ۲ اگست ۱۹۲۶ء میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ خدا تعالیٰ مبارک کرے محمد الدین ملتانی ثم قادیانی۔

نظم

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا کلام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ڈلہوزی سے ایک مختصر والانامہ اور ایک نظم ارسال فرمائی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

عزیز مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل۔ ایک نظم ارسال ہے۔ یہ نظم یہاں آکر نہیں کہی بلکہ پُرانی ہے۔ پچھلے سال ڈلہوزی آنے کے قریب کہی تھی۔ ڈلہوزی آنے سے پھر اس کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ساتواں پارہ ترجمہ قرآن کا شروع ہے۔ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ خاکسار مرزا محمود احمد

بخشش دو رحم کرو شکوے گلے جانے دو
دوستو! کچھ نہ کہو مجھ سے مجھے جانے دو

پڑ گئی جب نظر ہوگیا مدہوش تو ہی
دوستو! رحم کرو کھول دو زنجیروں کو

سر ہے پر فکر نہیں دل ہی پر امید نہیں
تمہیں تریاق مبارک ہو مجھے زہر کے گھونٹ

دوستو! سمجھو تو ہے زندگی اس موت کا نام
دل کی دل میں ہی رہی مجھ کو کام نہیں کچھ اس سے

نفس پر بوجھ ہی ڈالو گے تو ہوگی اصلاح
ذکر پر ذکر تو غم پر ہے غموں کی بوچھاڑ

اک طرف عقل کے شیطان ہیں تو اک جانب نفس
کبھی غیرت کے بھی دکھلانے کا موقع ہوگا

کٹ گئی عمر رگڑتے ہوئے ماتھا در پر
مجھ سے ہے اور تو غیروں سے ہی کچھ اور سلوک

تن سے کیا جان جدا ہے ہی یا جان سے تن

مر گیا ہجر میں میں پاس مجھے آنے دو
خنجر ناز سے تم سر مجھے کٹوانے دو

میرے دلدار کی آنکھیں ہیں کہ خمخانے دو
جا کے جنگل میں مجھے دل ذرا بہلانے دو

اب ہیں اس شہر کے باقی یہی ویرانے دو
غم ہی اچھا ہے مجھے تم مجھے غم کھانے دو

یار کی راہ میں اب تم مجھے مر جانے دو
اپنی ڈالی ہوئی گتھی اسے سلجھانے دو

اونٹ لدتے ہیں یونہی چیخنے چلانے دو
سانس تو لینے دو تھوڑا سا تو سستانے دو

ایک دانا کو ہیں گھیرے ہوئے دیوانے دو
یا یونہی کہتے چلے جاؤ گے تم جانے دو

کاش! تم کہتے کبھی تو کہ اسے آنے دو
دلبرا آپ بھی کیا رکھتے ہیں پیمانے دو

راستہ چھوڑ دو دربانو! مجھے جانے دو

ضروری اعلان

تمام جماعت ہائے احمدیہ کو بذریعہ نوٹس ہذا اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ چندہ کے متعلق تمام منی آرڈرز۔ بیمہ جات۔ رجسٹریاں وغیرہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ کسی کا نام نہ لکھا جائے۔

خاکسار

ذوالفقار علی خاں۔ قائم مقام ناظر اعلیٰ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

یوم سہ شنبہ قادیان دارالامان - ۲۴ اگست ۱۹۲۶ء

آسمان پر جانے کا خیال مختلف مذاہب میں

حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانے اور پھر آنے کا تخیل

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کا ایک مضمون "غیبت ورجعت" کے عنوان سے ۱۴ اگست کے "زمیندار" نے رسالہ "دلگداز" سے نقل کیا ہے۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا سے کسی انسان کا غائب ہو جانا اور پھر واپس آنا یہ ایک ایسا خیال ہے۔ جس سے مذاہب میں بہت کام لیا گیا ہے اور اس بات کے ثبوت میں کہ یہ خیال مختلف مذاہب کے لوگوں میں پایا جاتا رہا۔ اور اب بھی پایا جاتا ہے۔ کئی ایک مثالیں پیش کی ہیں۔ مثلاً لکھا ہے:۔

"توراۃ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ عقیدہ حضرت ادریسؑ کی نسبت قائم کیا گیا۔ جو حضرت شیث علیہ السلام کے پڑپوتے قینان کے پوتے تھے۔ چنانچہ توراۃ اور روایات یہود سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت محمدی سے تین ہزار پانچ سو چوراسی سال پیشتر حضرت ادریسؑ کو خدا نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور مدت ہائے دراز تک لوگ ان کے دوبارہ ظاہر ہونے کے منتظر رہے۔"

اسی طرح حضرت الیاسؑ کے آسمان پر چلے جانے کا خیال یہود میں پیدا ہوا۔ اور وہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے:۔

"جب بہت سے معجزات دکھانے اور ہر طرح سمجھانے بجھانے پر بھی لوگ راہ راست پر نہ آئے اور وہ (الیاسؑ) زندگی سے عاجز آ گئے۔ تو درگاہ الٰہی میں دعا کی کہ خداوندا مجھے اس سرکش و بے عقل قوم سے نجات دے۔ اور اپنے پاس بلا لے۔ یہ دعا کرتے ہی ان کے جسم میں نازد اور پر نکل آئے۔ کھانے پینے کی رغبت و حاجت سلب ہو گئی۔ اور فرشتے بن کر آسمان پر اڑ گئے۔"

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت عیسیٰؑ کا بھی ذکر کیا ہے لیکن تعجب اور حیرت ہے کہ کسی انسان کے زندہ آسمان پر چلے جانے اور پھر دنیا میں واپس آنے کے جس خیال و عقیدہ کو انہوں نے دوسری اقوام میں موجود تو پایا۔ لیکن کبھی پورا ہوتا نہ دیکھا۔ اسی قسم کے خیال کا پابند انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہود اور نصاریٰ کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہودی کہتے تھے کہ آپ قتل ہو گئے۔ اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ آپ مصلوب ہونے کے تین دن بعد زندہ ہو کر قبر سے نکل آئے۔ چند روز دنیا میں رہے۔ اپنے بعض دوستوں اور عزیزوں سے ملے۔ اور بعد ازاں سب کے سامنے آسمان پر چلے گئے۔ دونوں گروہوں میں یہ نزاع چلی آتی تھی۔ کہ تقریباً چھ سو برس کے بعد اسلام نے اس نزاع کا یہ فیصلہ کیا کہ آپ نہ مقتول ہوئے۔ نہ مصلوب۔ خدا نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور قیامت سے قبل تشریف لا کر دین الٰہی کو زندہ کر دینگے۔"

اگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر واپس آنے کا خیال مولوی صاحب نے تمام مسلمانوں کا بیان کیا ہے تو خیر۔ لیکن اگر ان کا اپنا بھی یہی عقیدہ ہے۔ تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ انہوں نے نہ صرف اقوام سالفہ کے اسی قسم کے خود بیان کردہ خیالات کے کبھی پورا نہ ہونے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ جانے کا ثبوت صحیح روایات مذہبی سے قطعاً نہیں ملتا۔ کیا مولوی صاحب موصوف قرآن کریم کی کوئی آیت یا کوئی صحیح حدیث ایسی دکھلا سکتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہو۔ اور پھر آسمان سے اترنے کا وعدہ ہو۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر پہلی قوموں کی طرح مسلمانوں میں بھی اس خیال کا پایا جانا جہاں یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس قسم کی غلطی ہمیشہ سے لوگوں کو لگتی چلی آئی ہے۔ وہاں یہ بھی بتاتا ہے۔ کہ جس طرح بالفاظ مولوی صاحب آسمان سے نازل ہونیوالے کا "انتظار کرتے کرتے خود ان لوگوں کا نام و نشان مٹ گیا" اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ نازل ہونے کا انتظار کرنے والوں کا حال ہو گا۔

بے شک اسلام میں حضرت مسیحؑ کی آمد کا وعدہ ہے۔ مگر آسمان سے آنے کا نہیں۔ بلکہ اسی طرح مبعوث ہونے کا جس طرح دوسرے ہزارہا انبیاء مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور جبکہ ایک طرف تو قدیم سے مختلف مذاہب میں کسی نہ کسی انسان کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر اس کے آسمان سے اترنے کا تخیل پایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف کبھی یہ خیال پورا نہیں ہوا۔ اور کبھی کوئی انسان آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ تو پھر کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کا اسی قسم کا تخیل کبھی پورا ہو سکیگا۔

دراصل مسلمانوں میں یہ تخیل نصاریٰ کے اثر اور دخل سے پیدا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو درپردہ اسلام کے دشمن تھے جب انہوں نے دیکھا۔ کہ اسلام میں مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ تو انہوں نے اس کے متعلق یہ تخیل پیدا کر دیا کہ یہ اسی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔ جو بنی اسرائیل کے لئے آئے تھے۔ انہیں خدا تعالیٰ نے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھا لیا۔ اور انہی کو دوبارہ اسلام کی اشاعت کے لئے دنیا میں نازل کرے گا۔ ورنہ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے اور پھر آسمان سے اترنے کے متعلق کوئی سند نہیں پائی جاتی۔ قرآن کریم میں نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ ان کے وفات پا جانے کا متعدد مقامات سے ثبوت ملتا ہے۔ اور اس مسئلہ کو حضرت مرزا صاحب نے ایسا صاف اور واضح فرما دیا ہے کہ اب کسی شخص کو ان آیات قرآنی کی تردید کی ہرگز جرأت نہیں ہے۔ جن سے وفات مسیح کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے اور پھر آسمان سے آنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور وہ بھی وفات مسیح کی تائید کر رہی ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کا حضرت مسیحؑ کے آسمان سے نازل ہونے کے تخیل پر اصرار کے ساتھ اڑے رہنا نہایت ہی حیرت انگیز امر ہے۔ اور خاص کر ان لوگوں پر تو بہت ہی تعجب ہے۔ جو اپنے آپ کو عالم دین کہتے۔ مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کا دعویٰ کرتے۔ اور اسرار قرآن و حدیث سے آگاہ ہونے کے مدعی ہیں۔ وہ نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ دیکھ سکتے تھے۔ کہ جس قسم کے عقیدہ پر زور دے رہے ہیں۔ اسی قسم کا عقیدہ ان سے پہلے بھی کئی قوموں میں موجود تھا۔ پھر انہیں کیا حاصل ہوا۔ کہ اب مسلمانوں کو کچھ مل جائے گا۔ اس بارے میں ناکامی اور نامرادی ہی ان کی قسمت میں لکھی تھی۔ وہ قومیں اور ان میں سے بھی وہ قوم جو مسلمانوں کی طرح "مسیح موعود" کی منتظر تھی۔ آج تک بلک بلک کر رو رہی ہے۔ ناک اور ماتھا

رگ رگ کراہ کراہ کر پکار رہی ہے۔ کہ "مسیح موعود" نازل ہو۔ مگر سب بے سود۔ کیونکہ جب اس کے لئے مسیح موعود نازل ہوا۔ تو یہود نے بیہودہ اسے غلط اور بے بنیاد تخیل کے مطابق نہ پاکر اس کا انکار کر دیا۔ اب مسلمانوں کے لئے بھی سچا اور حقیقی "مسیح موعود" نازل ہو چکا۔ جو لوگ اپنے وہمی اور قیاسی امور میں پڑے رہنگے تخیلات اور قیاسات کے چکروں میں گھسٹتے رہیں گے۔ ان کا بھی وہی حال ہو گا۔ جو پہلے مسیحؑ کو نہ ماننے والوں کا ہوا۔

جناب شرر پہلے "مسیح موعود" کو بنی اسرائیل کے زمانہ کی دید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حضرت مسیح کی ولادت سے پیشتر اسرائیلیوں پر یونانیوں کا اور پھر رومیوں کا غلبہ ہو چکا تھا۔ ان کی ارض موعود بُت پرستوں کے قبضہ میں تھی۔ وہ نہایت پریشان حال و پریشان خیال ہو رہے تھے۔ اور منتظر تھے کہ احیائے دین کرنے والا مسیح جس کی بشارتیں ہوتی چلی آئی تھیں عنقریب ظاہر ہو کر دین حق کو غالب اور کفار کو ذلیل کریگا۔ اسی دوران میں حضرت عیسیٰؑ نے ظہور فرما کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ بنی اسرائیل چاہتے تھے۔ کہ آپ شاہانہ سطوت سے علم آزادی بلند کرکے بُت پرستوں کے جور سے نجات دلائیں۔ اس کے خلاف آپ کہتے تھے۔ کہ میں بادشاہ ہوں۔ مگر میری بادشاہی آسمان پر ہے۔ اس سے یہود کی تسلی نہ ہوئی۔ اور بجائے پیروی کرنے کے دشمن ہو گئے"۔

اب دیکھ لیجئے۔ بعینہٖ یہی حالت اس زمانہ میں مسلمانوں کی ہے۔ مسلمان یہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر اور امام مہدی کے ساتھ ملکر تمام دیگر مذاہب کے لوگوں کو قتل کر دینگے۔ اور شاہانہ سطوت سے ظاہر ہو کر ہر جگہ مسلمانوں کی حکومت قائم کر دینگے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی اس توقع اور آرزو کے مطابق نہ آئے۔ اس لئے وہ آپ کے منکر اور دشمن بن گئے۔ اور اس طرح ان لوگوں کے نقش قدم پر چلے۔ جنھوں نے پہلے مسیحؑ کا انکار کیا تھا۔

کاش! مسلمان پہلوں سے عبرت حاصل کرتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کر کے ہمیشہ کے لئے محرومی اور ضلالت میں نہ گرتے۔

اسوقت مسلمانوں کی دینی اور دنیوی جو حالت ہے۔ اس کے متعلق وہ خود کہہ رہے ہیں۔ کہ یہود سے بھی بدتر ہو چکی ہے۔ اگر کوئی "مسیح موعود" ابھی تک نازل نہیں ہوا۔ تو قابل غور امر ہے کہ مسلمان کیوں یہود سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مسیح موعود آچکا۔ اور اسی کا انکار مسلمانوں کو یہود کی سی حالت میں پہنچا رہا ہے۔

حضور نظام اور ہندو اخبارات

قابل توجہ گورنمنٹ پنجاب

یوں تو ہندو اخبارات ایک مدت سے حضور نظام دکن کو بدنام کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کے الزام لگا رہے ہیں! اور ان کے خلاف بہت درشت اور غیر مہذب الفاظ استعمال کر رہے ہیں لیکن جس دن سے اخبارات میں یہ چھپا ہے کہ گورنمنٹ ہند نے حضور نظام کو امور سلطنت کے متعلق کوئی ایسی مراسلت بھیجی ہے جسمیں کچھ "الزامات" لگائے گئے ہیں۔ اس دن سے ہندو اخبارات تہذیب و شرافت کو قطعاً بالائے طاق رکھ کر ایسے بیہودہ الفاظ حضور نظام کے متعلق استعمال کر رہے ہیں۔ جو نہایت ہی دل آزار ہیں۔ غالباً یہ اخبارات اس قدر دیدہ دلیری یہ سمجھ کر دکھا رہے ہیں۔ کہ گورنمنٹ ہند کے تعلقات چونکہ گورنمنٹ نظام سے کشیدہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا۔ لیکن گورنمنٹ ہند اور خصوصاً مختلف صوبجات کی حکومتوں کو چاہیئے۔ کہ اس قسم کے اخبارات کے متعلق فوری طور پر نوٹس لیکر ثابت کر دیں کہ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست اور اس کے ذی شان حکمران کے خلاف بیہودہ سرائی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اور ہر ایک والئے ریاست کی شان اور عظمت کو قائم رکھنا اور اسکے خلاف کمینہ اور ناجائز الزامات کا سدباب کرنا حکومت کا فرض ہے۔

اس بارے میں ہم گورنمنٹ پنجاب کو ان اخبارات کے متعلق جو اشتعال انگیز اور خلاف تہذیب الفاظ میں حضور نظام کے خلاف مضامین لکھ رہے ہیں۔ اور خاص کر اخبار "گورو گھنٹال" کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ جس نے اپنے ۱۶؍اگست ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں "نظام حیدر آباد کی شرارتوں کا پیمانہ لبریز ہو گیا"، کے عنوان کے ماتحت ایک مضمون شائع کیا ہے۔ عنوان سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مضمون میں کس قدر دُر افشانی کی گئی ہو گی۔

اس اخبار نے جس کا نام ہی اسکے ادنیٰ اور بازاری مذاق رکھنے کا ثبوت ہے۔ جس بے جا طریق سے ہندوستان کے سب سے بڑے والئے ریاست کے خلاف قلم چلایا ہے۔ وہ نہایت ہی شرمناک ہے۔ اس کے قریباً ایک صفحہ کے مضمون سے ذیل میں چند فقرات بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں:۔

اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

(۱) جب سے موجودہ نظام حیدر آباد نے ریاست حیدر آباد کی گدی پر قدم رکھا ہے۔ اس کی حکومت اس قدر خراب ناقص اور دل آزار رہی ہے۔ کہ اسے ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ مگر پھر بھی کئی سال سے یہ شخص برابر اپنی ہندو رعایا پر ظلم اور تشدد کے ذریعہ حکومت کر رہا ہے"۔

(۲) "گورنمنٹ ریاست کے اندرونی انتظام کے شیرازے کو روز بروز خراب ہوتے دیکھ کر خاموش نہ رہ سکی۔ اس کی طرف سے کئی بار اس بے وقوف نظام کو سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ مگر تعصب کے اس پتلے پر کسی فہمائش اور مشورہ کا اثر نہ ہوا"۔

(۳) "نظام حیدر آباد ایک کٹر مسلمان ہے۔ اور شاید وہ اورنگ زیب کی پالیسی کو اپنے لئے زیادہ مناسب اور بہتر خیال کرتا ہے۔ اور اس کی پیروی کر کے اپنی عاقبت بگاڑنے کی فکر میں ہے"۔

(۴) "نظام حیدر آباد جس قسم کا لالچی واقع ہوا ہے۔ اُسے مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اس الزام میں ہرگز کسی قسم کا مبالغہ معلوم نہیں ہوتا"۔

(۵) "اس سے بہت عرصہ پہلے نظام کی گوشمالی کرنی چاہیئے تھی"۔

اس قسم کے الفاظ کوئی شریف انسان کسی معمولی انسان کے متعلق بھی استعمال نہیں کریگا۔ چہ جائیکہ ایک والئے ملک کے خلاف لکھے جائیں۔ چونکہ یہ نیش زنی اور بیہودہ سرائی محض اس لئے کی گئی ہے۔ کہ حضور نظام مسلمان ہیں۔ اور چونکہ اس وجہ سے مسلمانوں میں غم و غصہ کے جذبات پیدا ہونے لازمی ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ پنجاب کا فرض ہے۔ کہ وہ اس بارے میں مناسب اور ضروری کارروائی کرے۔

حال ہی میں معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت پنجاب نے اخبار "ضیافت پنچ" کا ایک پرچہ اس لئے ضبط کر لیا ہے۔ کہ اس میں پنڈت مالوی جی کا کارٹون غیر مہذب طریق سے شائع ہوا۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ حکومت اخبار مذکور کے ایڈیٹر پر مقدمہ چلانا چاہتی ہے۔

اگر پنڈت مالوی جی کے متعلق ایک کارٹون شائع ہونے پر حکومت پنجاب اس قدر کارروائی ضروری سمجھتی ہے۔ تو حضور نظام کے خلاف جس قدر بیہودہ سرائی کی گئی ہے۔ اس کے متعلق تو بہت ہی زیادہ مؤثر کارروائی کی ضرورت ہے۔

کیا ہم امید رکھیں کہ گورنمنٹ اس بات کا انتظار نہ کریگی کہ مسلمانوں میں اخبار "گورو گھنٹال" کی وجہ سے عام طور پر ہلچل پیدا ہو۔ تب وہ کوئی کارروائی کرے۔ بلکہ جلد سے جلد اس کے متعلق نوٹس لیگی۔ کیونکہ قیام امن اور رعایا کے مختلف طبقوں میں فتنہ و فساد نہ پیدا ہونے دینے کے لئے یہ ضروری ہے۔

ہمارے خیال میں کوئی شریف ہندو بھی "گورو گھنٹال" کے اس مضمون کو شر انگیز قرار دینے میں متامل نہ ہو گا کیونکہ اس کا لفظ لفظ تہذیب و شرافت کی مٹی پلید کر رہا ہے۔

"زمیندار" کے افکار و حوادث پر نظر

تقلیم اظفار کلیل الظفر

گذشتہ سے پیوستہ

(۲)

زمیندار کا فتویٰ

شعر نمبر ۲ کے متعلق اعتراض ہے

بیا

اگرچہ ایں خلق و جہاں لوح شہود است

دید خلاق د لے ہست لقائے محمود

اس شعر کے متعلق آپ لکھتے ہیں:۔

"ان بھکوڑیات نے تو دجاجلۂ قادیان کے باطنی عقائد کا پردہ بالکل ہی چاک کر دیا۔ خدائی کا دعویٰ توحید پرستی کے کسی مدعی نے اس ڈھٹائی سے آج تک نہ کیا تھا"!

جس شعر کے متعلق مولوی ظفر علی خاں صاحب نے محولہ بالا عبارت تحریر فرمائی ہے۔ معمولی غور کرنے سے بھی وہ بات جو قابل اعتراض صورت میں پیش کی ہے ثابت نہیں ہوتی۔ آپ نے خدائی کا دعویٰ ہماری طرف منسوب کرتے ہوئے ہمیں دجال کہلا ہے

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں

نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

خوشی کی بات ہے۔ کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اپنے فتاویٰ دجل و کفر سے اس کمی کو بھی پورا کر دیا۔ جو علماء سو کے مقابل ان میں پائی جاتی تھی۔ اور جن فتاویٰ کی وجہ سے وہ مع اپنے اہل و عیال کے ایک عرصہ سے نالاں و گریاں چلے آتے تھے۔ آج انہی فتاویٰ کے مفتیان کے مظہر اتم خود نظر آرہے ہیں۔ ایسے فتاویٰ ہاں بے اصل اور بے حقیقت فتاویٰ کیا ہمیں حق کے اظہار سے روک سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں اہل اللہ میں سے کونسا نبی۔ ولی۔ امام گذرا۔ جسے نا اہل اور حقیقت سے ناآشنا اور محجوب النفس اور ابن الغرض لوگوں نے ایسے فتاویٰ کا نشانہ نہ بنایا۔ لیکن ہم ان سب فتووں کے جواب میں صرف مصرعۂ ذیل پر ہی اکتفا کرتے ہیں

یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار

ہاں ایڈیٹر صاحب زمیندار سے اتنا پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ میرے شعر میں میری طرف سے تو کوئی بھی دعوے خدائی نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اس شعر کے الفاظ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ میں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور نہ ہی اصل میں حضرت مرزا محمود احمد صاحب کی طرف سے نقلاً و حکایۃً کوئی فقرہ ایسا پیش کیا گیا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ حضرت ممدوح نے کبھی ایسا دعویٰ کیا۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ ادنے سے ادنے استعداد کا انسان اور غبی سے غبی اور کند ذہن آدمی بھی اگر شعر مذکور کے الفاظ پر غور کرے تو اسے یہ دونوں باتیں سلبی نسبت اور منفی حیثیت کے ساتھ معلوم ہونگی۔ پھر نامعلوم کہ ایڈیٹر صاحب کے دماغ میں بلادت کی اس درجہ کی نحوست کہاں سے حلول کر آئی۔ کہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ اس شعر کی بناء پر ہماری طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو بھی ان کے مسلمات عامہ مشہورہ کے خلاف نہ تھا۔ کیا ان کے نزدیک حضرت بایزید بسطامی باوجود توحید پرستی کے دعویٰ کے سبحانی ما اعظم شأنی اور لا الٰہ الا انا فاعبدون کے قائل اور مدعی نہ ہوئے اور حضرت فریدالدین عطار باوجود دعویٰ توحید پرستی ہے

من خدا ئم من خدا ئم من خدا

کے الفاظ کو بار بار اور تکرار کے ساتھ ورد زبان فرمانیوالے نہ تھے۔ کیا ایڈیٹر صاحب زمیندار کے نزدیک ان کی مزعومہ اقاویل کے رُو سے یہ بزرگ اور ایسے ہی بیچوں بزرگان امت ایسے اقوال اور کلمات کی وجہ سے دجاجلہ ہی سے شمار ہونگے یا کچھ اور۔ اور ایسا ہی صحیح بخاری میں اللہ تعالیٰ کو انت عبدی اور اپنے تئیں انا ربک کے الفاظ سے یاد کرنے والے بزرگ کے متعلق ایڈیٹر صاحب مفتیٔ نو کا کیا فتویٰ صادر ہوگا۔ فما هو جوابكم هو جوابنا وهو ابهاگ على سبيل التسليم۔

شعر کا اصل مفہوم

اب میں اپنے شعر کا اصل مفہوم اور مطلب عرض کر دیتا ہوں۔ ایک عارف اور صاحب فہم سلیم اس بات کو بخوبی سمجھتا اور کم از کم سمجھ سکتا ہے۔ کہ تمام مخلوق اور جہان بمرتبہ شہود آئینہ خدانما کی حیثیت رکھتا ہے۔ و نعم ما قیل ہے

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا

بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا

کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں

ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

ورنہ تھا قبلہ تیرا رخ کافر و دیندار کا

دیگر

در کار و بار ہستی اثر یست عارفانہ

ز جہاں چہ دید آنکس کہ ندید ایں جہاں را

چنانچہ عارف انسان مرتبہ شہود میں اپنی حس میں فطری کی کیفیت کے ساتھ کائنات عالم کو فی الواقع آئینہ خدا نما پاکر ہر نظارہ میں الٰہی صفات۔ الٰہی افعال۔ الٰہی جمال الٰہی جلال کی تجلیات کو ہی مشاہدہ کرتا۔ اور اس حالت میں یہ کہنے کا مستحق اور بلحاظ حقیقت نفس الامری اس قول میں صادق ٹھہرتا ہے۔ کہ وہ منہ سے کہے ہے

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی ہے

لیکن انسان چونکہ اشرف المخلوق اور احسن تقویم کی فطرت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ اور مومنانہ شان کے ساتھ اس کے قلب کو حسب ارشاد قلب المومن عرش اللہ تعالےٰ بتایا گیا ہے۔ اور ارشاد کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت آدم کے رو سے خدا تعالےٰ کی کامل معرفت کا جلوہ گاہ حضرت انسان کو ہی قرار دیا گیا۔ ہاں ایسے انسان کو جو صفات محمودہ کے لحاظ سے واقعی آدم یا ابن آدم ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں اوصاف حمیدہ اور صفات محمودہ کی شان سے متصف ہونے سے وہ واقعی محمود ہو جیسے کہ آج ہمارے زمانہ کے فرد یگانہ حضرت محمود سلمہ اللہ الودود ہم میں موجود اور شاہد و مشہود پائے جاتے ہیں۔ پس شعر کے پہلے مصرعہ میں جو مضمون ہے وہ حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کے معنوں میں ہے۔ اور دوسرا مصرعہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت آدم کے معنوں میں۔ پس جس طرح عالم کائنات یعنی عالم کبیر عرفان الٰہی کا ذریعہ ہونے سے آئینہ خدا نما ہے۔ اسی طرح انسان کامل ہاں محمود الصفات انسان جو عالم صغیر بھی ہے عرفان الٰہی کا ذریعہ اور آئینہ خدا نما ہے۔

پس حضرت محمود بلحاظ اپنے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ و افعال محمودہ و حالات ستودہ و علامات صدق و آیات بینہ و واقعات مشہودہ و بینات نیرہ و ظہور تجلیات جمالیہ و جلالیہ ہمارے اعتقاد میں اور ہمارے نزدیک واقعی ایسے ہی ہیں اور آئینہ خدانما ہیں۔ اس لئے دوسرا مصرعہ ایک امر واقعہ کی تصدیق ہے جو کہ نیز اب ایک روحانیت اور عرفان ذوق اور چاشنی سے محظوظ اور آشنا انسان کے نزدیک تو یہ صداقت اور حقیقت قابل تسلیم ہے۔ ہاں مولوی ظفر علی خاں صاحب جو اس کوچہ سے محض نابلد اور بکلی ناآشنا ہیں۔ ان کے نزدیک بوجہ ان کی محجوبانہ حالت کے صداقت قابل اعتراض ہو۔ تو وہ بیچارے معذور ہیں انہیں جن امور کا عشق اور ذوق ہے۔ وہ ان کے قلم اور تحریرات سے ظاہر ہیں ہے ولِلنّاس فیما یعشقون مذاہب۔

شعر نمبر ۳ کے متعلق اعتراض

آں تغیر کہ پدید است بجملہ آفاق
ایں ہمہ منظرے از سعی و دعائے محمود

حب اس شعر کے متعلق مولوی ظفر علی خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"عرب کا پیوند اناطولیہ سے کٹ گیا۔ اور دولت عثمانیہ پارہ پارہ ہوگئی۔ مراکش کی خاک ہسپانیوں اور فرانسیسیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے خون سے گلرنگ ہوگئی اور غازی عبدالکریم کے پاؤں میں صلیب پرستوں نے بیڑیاں ڈالدیں مالابار سے لے کر کوہاٹ اور کلکتہ سے چلکر کراچی تک شگھٹنیوں کی دستبرد نے دنیا مسلمانوں پر تنگ کردی اور وہ ہر جگہ ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا سب حضرت مرزا بشیر الدین محمود کی دعاؤں کا صدقہ ہے"

جواب

افسوس کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب اپنی قید اور جیلخانہ کی تلخ زندگی اور عطاء اللہ شاہ کا حادثہ قید فرنگ بھول گئے۔ اگر ان حوادث کے تذکرہ میں ان کا ذکر بھی کر جاتے تو بالکل انسب تھا۔ ہاں مولوی صاحب نے جن حوادث کا ذکر فرمایا ہے۔ اور انہیں حضرت ممدوح کی دعا کے ماتحت رکھکر بصورت اعتراض پیش کیا ہے۔ اور تعریضاً اسباب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ گویا مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا باعث میرے کلام سے حضرت ممدوح کی دعا کو قرار دیا گیا ہے یہ پر فتنہ اور پر شر توجیہ جو مولوی ظفر علی خاں کے دماغ کا ہی حصہ ہے۔ بالکل تشریح القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کی مصداق ہے۔ جہاں ہر طرف عطر اور مشک کی شیشیاں پڑی ہوں مولوی صاحب کا دماغ اور شامہ اپنے لئے متعفن اور پر عفونت چیز کی تلاش میں ہی ہو گا ؎

حصہ لیا ہر ایک نے عطر و عبیر سے
وہ ناک میں رہے ملے فتن کہیں ہمیں

مسلمانوں پر تباہیاں اور بربادیاں کالی گھٹا کی طرح کیوں امنڈ امنڈ کر آ رہی ہیں۔ اس کی وجہ اسلام اور پیغمبر اسلام اور خدائے اسلام سے بے تعلقی علیحدگی۔ الحاد۔ بدعملیاں اور بے راہیاں ہیں۔ پس جو کچھ ان کے ساتھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ ان کی دینی ہی شامت اعمال اور منحوس رویہ کا نتیجہ ہے۔ خدا نے ان کی بے کسی اور بے بسی پر رحم فرما کر انہیں قعر ذلت سے نکالنے اور ترقی کے بلند ترین مدارج پر پہونچانے کی غرض سے مسیح محمدی کو بھیجا۔ تا انہیں ترقی کی شاہراہ دکھائے۔ اور صراط مستقیم پر قائم کرے۔ لیکن انہوں نے یہود کی چال چلی اور مسیح محمدیؑ سے وہی سلوک کیا۔ جو یہود نے مسیح اسرائیلی سے کیا۔ پس مسیح محمدیؑ کی بعثت سے پہلے وہ معذور تھے۔ لیکن مبعوث ہونے کے بعد اور حجت کے قیام کے بعد اب وہ ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کے ماتحت مستوجب سزا ٹھہر گئے۔ لیکن خدا کے جلالی نشان جو ایک طرف خدا کی ہستی کا ثبوت بن رہے ہیں۔ وہی نشان مسیح محمدیؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق ظہور میں آنے سے دوسری طرف مسیح محمدیؑ کی صداقت کے علامات اور بینات ہو رہے ہیں۔ اور حضرت محمود جو مسیح محمدیؑ کے خلیفہ ثانی ہیں ان کے دور خلافت میں جو نشانات ظہور میں آئے یا آ رہے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کے دور خلافت کی نسبت سے آپ کی شان محمودیت کو بھی دوبالا کر رہے ہیں۔

لیکن باوجود اس کے کہ آپ کے دور میں حضرت مسیح محمدی کے بہت سے نشانات حضرت ممدوح کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت محمود احمدؑ کے دور خلافت میں ظہور پذیر ہوئے۔ ان نشانوں کے خود بخود ظہور کو حضرت خلیفہ ثانی کی سعی اور دعا سے کوئی تعلق نہیں۔ بجز ایسے نشانوں کے کہ جن کا آپ کی سعی اور دعا سے تعلق پایا جاتا ہو۔ میری مراد خود بخود ظہور والے نشانوں سے وہ نشان ہیں۔ جو حوادث ارضیہ یا سماویہ کی صورت میں ظاہر ہوئے جیسے زلازل جنگ یورپ۔ انفلوانزا۔ زلزلہ و طوفان جزیرہ جاپان وغیرہ وغیرہ۔ اور جن کا حضرت محمود کی سعی اور دعا سے تعلق ہے۔ ان سے مراد آپ کی وہ کامیابیاں ہیں۔ جو سلسلہ کی اشاعت سلسلہ کی تبلیغ سلسلہ کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مختلف براعظموں میں مختلف ملکوں اور شہروں میں سلسلہ احمدیہ کے مشنوں کو قائم کرکے زمین کے کناروں تک مسیح محمدیؑ کی تبلیغ کو پہنچانا۔ اور اس سے زمانہ میں ایک انقلاب عظیم کے لئے دنیا کو مستعدی میں لانا اور سفر یورپ میں مذاہب عالم کے جلسہ میں احمدیت یا حقیقی اسلام کی شان اور فوقیت کو سب مذاہب پر نمایاں کرکے دکھانا کہ غیر مسلموں کو بھی بجز سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ بلکہ آپ کے پیش کردہ اسلامی لیکچر کی تعریف۔ اور مدح سرائی میں سب کا رطب اللسان ہونا اور عیسائی دنیا کے مرکزی مقام میں ہل چل مچا دینا یہ وہ بات ہے۔ جسے شعر مذکور میں تعبیر کیا گیا۔ جو یہ ہے ؎

آں تغیر کہ پدید است بجملہ آفاق
ایں ہمہ منظرے از سعی و دعائے محمود

اب فرمایئے۔ اس مطابق واقعہ مضمون شعر پر ایک فہم اور فہمید رکھنے والے انسان کے نزدیک کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

کن کے معنی

مولوی ظفر علی خاں صاحب مضمون کی آخری سطور میں یوں رقمطراز ہوئے ہیں:-

"لیکن دعا کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جب بشیر الدین محمود خدا ہیں تو کیوں نہیں ایک لفظ "کن" کہکر ساری دنیائے اسلام کی بیخ کنی فرما دیتے"

اس کے متعلق مضمون کے بالائی حصہ میں بہت کچھ جواب ہو چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک بات کے متعلق مجھے کچھ ضرور کہنا ہے اور وہ یہ کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کے نزدیک خدائی کی تعریف کن کے لفظ کے منہ کہدینے سے کسی چیز کو فوراً ظہور میں لانا ہے۔ اگر خدائی کی تعریف یہی ہے۔ جسے وہ اعتقاداً تسلیم کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ اسلام کے پیش کردہ خدا کو بھی خدا دل سے نہیں مانتے۔ ہاں منافقانہ اظہار امر دیگر ہے۔ کیونکہ اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے۔ وہ باوجود اس کے کہ اپنے ہر کام کو خواہ وہ فنا سے تعلق رکھتا ہو۔ خواہ بقا سے خواہ نفی سے خواہ اثبات سے "کن" کے کہنے سے ہی سر انجام دیتا ہے لیکن اس کی انجام دہی حکمت و مصلحت کے موافق مختلف حالات اور مختلف اوقات سے تعلق رکھتی ہے۔ بڑھ کا درخت سو دو سو سال تک جس بلندی اور پہنائی کو حاصل کرتا ہے۔ وہ خدا کے کن سے ہی انجام پذیر ہوتا ہے۔ لیکن ایک مدت مدید کے گذرنے پر۔ اسی طرح جب قومیں فنا اور بقاء کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ تو گو خدا کے کن سے ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن مخفی در مخفی اسباب کے آہستہ آہستہ نمودار ہونے کے بعد۔ ہاں جب حرکت کا ایک لمبا سلسلہ ایک کافی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ تو زلزلہ کے جنبش بخارات کی طرح یکدفعہ بھڑک کر صاعقہ کی طرح فنا و بھسم کر دیتا ہے۔ لیکن یہ سراسر افترا ہے۔ کہ حضرت محمود دنیائے اسلام کے فنا ہونے پر خوش ہیں۔ یا اس کے فنا کیلئے ساعی ہیں۔ آج دنیا کی سب اقوام اور سب اہل مذاہب کا قریباً ہر فرد بخوبی اس بات کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ کہ دنیا میں اگر حقیقی مسلمان کہلانے یا اسلام کا حقیقی خیر خواہ اور ہمدرد اور حامی اور ناصر ہونے کے ادعا میں سچا کوئی فرقہ ہے۔ تو احمدی فرقہ ہے۔ اور نہ اس کا امام اور پیشوا ہے۔ اور بس۔ دوسرے مسلمان باوجود کثیر التعداد ہونیکے ذلیل و خوار ہو کر گر رہے ہیں۔ اور احمدی جماعت باوجود قلیل ہونے اور بے سرو سامانی کے ہر طرف پھیل رہی ہے۔ اور سب اسلامی دنیا کو اس آسمانی مائدہ میں شریک کرنے اور مسیح محمدی کے فیوض سے مستفیض کرنے کے لئے دعوت پر دعوت دے رہی ہے۔ اور نہ صرف اسلامی دنیا کو ہی بلکہ سب اقوام عالم کو دعوت دی جا رہی ہے۔ پس ان صداقتوں اور حقیقتوں کے بالمقابل جو سیدنا محمود کی شان کو مبرا اور محمود ثابت کر رہی ہیں۔ ایڈیٹر صاحب زمیندار کا محض حسد عناد اور بغض کی بنا پر یاوہ گوئی اور افترا پردازی کرنا چھوٹے نیر زد کے مصداق ہے۔

(خاکسار غلام رسول راجیکی)

یدفن معی فی قبری کا مطلب

ایک مجمع میں دو عالموں نے (جو صرف نحو و منطق وغیرہ مروجہ علوم علاوہ قرآن حدیث کے جانتے تھے -) حدیث یدفن معی فی قبری کو خاکسار کے سامنے پیش کر کے ثابت کرنا چاہا - کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلعم کے روضہ مبارک میں دفن نہیں ہوئے - لہٰذا آپکا دعوٰی صحیح نہیں - نعوذ باللہ -

محل اور موقعہ کے لحاظ سے میں نے ان کو یہ جواب دیا کہ آپ ہر دو عالموں نے یہ تو ثابت کر دیا ہے - کہ اس حدیث کے بعض الفاظ ظاہر پر محمول نہیں ہو سکتے - کیونکہ آپنے قبر بمعنی مقبرہ لیا ہے جو کسی لغت میں نہیں لکھا - مگر یاد رہے - کہ بوجوہات ذیل یہ معنی بھی آپکے درست نہیں ہو سکتے -

(۱) رسول خدا صلعم یوں نہ فرماتے - کہ ہم دونوں ایک قبر سے اٹھینگے - (فاقوم انا و ابن مریم من قبر واحد) بلکہ فرماتے ہم چاروں ایک ہی قبر سے اٹھینگے - کیونکہ اسی مقبرہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی مدفون ہیں -

(۲) یوں بھی نہ فرماتے - کہ ہم دونوں ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان سے اٹھینگے - (بین ابی بکر و عمر) بلکہ فرماتے ہم دونوں ابوبکر اور عمر کو درمیان میں لئے ہوئے اٹھینگے - کیونکہ جو جگہ روضہ مبارک میں بتلائی جاتی ہے - وہ ایک کونہ میں ہے - اور رسول خدا صلعم دوسرے کونہ میں - اور درمیان حضرت ابوبکر و عمر مدفون ہیں -

(۳) اگر اس سے بھی ظاہری دفن ہونا مراد ہوتا - تو حضرت عمرؓ اپنے بیٹے کو بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس اجازت لینے کے لئے نہ بھیجتے - اور بصورت انکار ام المومنین جنت البقیع میں دفن کرنے کو نہ فرماتے - (بخاری) بلکہ یوں وصیت کرتے - کہ لوگو جب رسول خدا صلعم مجھے اور ابوبکر کو بموجب حدیث یدفن معی فی قبری ...... بین ابی بکر و عمر اپنے روضہ مبارک میں مدفون ہونا فرما گئے ہیں - تو اگر عائشہ منع بھی کریں تب بھی مجھے وہیں دفن کرنا - یا ان کے بیٹے ہی کہدیتے - کہ ابا جان جب رسول خدا صلعم یہ فرما گئے ہیں - تو ان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے - پھر خود حضرت ام المومنین ہی فرماتیں - کہ جب رسول خدا صلعم بین ابی بکر و عمر فرما گئے ہیں - تو میری اجازت لینی لاحاصل ہے - پھر ہزاروں اصحابہ کرام میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا -

(۴) موطا امام مالکؓ میں وارد ہے - کہ بی بی عائشہؓ نے رسول خدا صلعم کی آخری بیماری میں اپنی گود میں تین چاند گرتے خواب میں دیکھے - حضرت ابوبکرؓ نے بعد دفن کرنے آنحضرت صلعم کے فرمایا کہ یہ تین چاندوں میں سے اعلیٰ چاند ہے - پس اگر حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہاں دفن ہونا تھا - تو بجائے تین چاند کے چار چاند دکھائے جاتے -

(۵) حضرت امام حسنؓ نے امام حسینؓ کو وصیت کی - کہ مجھے نانا جان صلعم کے روضہ مبارک میں دفن کرنا - مگر بنو امیہ نے دشمنی اور حسد کی - دفن ہونے نہ دیا - اگر یہ جگہ مسیح موعودؑ کے لئے ہوتی - تو یوں وصیت نہ کرتے - بلکہ امام حسینؓ ہی کہدیتے - کہ بھائی جان یہ جگہ تو مسیح موعودؑ کے لئے ہے -

(۶) بی بی عائشہ صدیقہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے دفن ہونے کے لئے بڑی کوشش کی - مگر بنو امیہ حائل ہوئے - لیکن پھر بھی کسی نے بی بی صاحبہ رضؓ کو یہ نہ کہا - کہ یہ جگہ تو مسیح موعودؑ کے لئے ہے - ملاحظہ ہو - ہر دو حوالے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ زیر حدیث یدفن معی فی قبری -

(۷) خود بی بی صاحبہ عائشہؓ نے مرتے وقت وصیت کی - کہ مجھے اس جگہ مت دفن کرنا - تاکہ آئندہ نسلیں اس میں میری فضیلت نہ سمجھ لیں - مگر اسوقت بھی کسی نے یہ نہ کہا - کہ یہ جگہ تو مسیح موعودؑ کے لئے ہے - آپ کیوں فکر کرتی ہیں - یا خود ہی حضرت ام المومنین رضؓ فرما دیتیں - کہ یہاں مجھے مت دفن کرنا - کہ یہ مسیح موعودؑ کے لئے ہے -

غرض یہ سات واقعات ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام اور تابعین کے درمیان ہوئے - مگر ایک دفعہ بھی کسی ایک شخص نے بھی یہ نہ کہا - کہ یہ جگہ تو مسیح موعودؑ کے لئے ہے یہ حضرات ناحق وصیت کرتے ہیں - لہٰذا یہ ثابت ہوا - کہ آپ کے تاویلی معنے یہاں صحیح نہیں - لہٰذا قبر بمعنی قبر ہی ہے البتہ یہ ظاہری قبر نہیں - بلکہ وہ قبر مراد ہے جسمیں انسان بموجب اعمال جاتا ہے -

(خاکسار بقاپوری امیر تبلیغ سندھ)

احمدیہ گزٹ کے پچھلے تین نمبر ختم

احباب کرام! (احمدی مبایعین) کو کئی مرتبہ اطلاع دی گئی کہ احمدیہ گزٹ جو صاحب اپنے نام جاری کرانا چاہیں - ایک روپیہ پیشگی بھیجکر کرالیں - اب پچھلے تین نمبر نہیں مل سکتے - اگر تساہل کریں گے - تو نمبر ۴ بھی نہیں ملے گا - جو ۲۶ کو روانہ ہو رہا ہے -

منیجر احمدیہ گزٹ -

اعلیٰ تربیت اور روحانیت کے اخلاق میں مابہ الامتیاز

اسلام کے نزدیک اخلاق کی تعریف یہ ہے - وہ افعال جو عقل اور شریعت دونوں کے ماتحت ہوں - مگر شرط یہ ہے کہ ارادہ اور اقتدار کے ساتھ ہوں - اور نیز یہ کہ وہ اپنے ظہور میں خدا کی صفات کے مشابہ ہوں - یعنی نمونہ یا ماڈل اللہ تعالےٰ ہو -

اس تعریف کے ماتحت یہ ثابت ہوتا ہے - کہ اعلیٰ اخلاق صرف اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شریعت پر ہی چلنے سے حاصل ہو سکتے ہیں - اور اخلاق کا صحیح نمونہ وہی لوگ پیش کر سکتے ہیں - جو با خدا انسان ہوں - مگر اسکے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ کئی لوگ مثلاً یورپ کے دہریہ اور فلسفی جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے ہی قائل نہیں - (چہ جائیکہ وہ اسکے نمونہ پر چلیں) اور ان کو روحانیت سے کوئی تعلق ہی نہیں - بہت اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاتے ہیں - مغربی لوگوں کے نشست و برخاست کے آداب اور عام سوشیل تعلقات کے قوانین کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ وہ لوگ دوسروں کے جذبات اور احساسات کا بہت خیال رکھتے ہیں - اور کئی موقعوں پر قربانی اور ایثار کا نمونہ بھی دکھاتے ہیں - اور مجلس میں نہایت ہی معمولی باتوں پر بھی معافی حاصل کر لیتے ہیں - مثلاً اگر کوئی ان میں سے سگرٹ پینے لگے - تو وہ ان لوگوں سے جو سگرٹ نہیں پیتے - اجازت لے لیتا ہے - بلکہ میں نے یہاں تک دیکھا ہے - کہ میز پر بیٹھے ہوئے اگر کسی کو چھینک آجائے - تو وہ بھی کہتا ہے - "مجھے افسوس ہے" - پس "آئی ایم ساری" کا لفظ ان کی زبان پر ہر وقت رہتا ہے - چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنے سفر ولایت کا ایک واقعہ سنایا - کہ ایک دن بازار میں بھیڑ کی وجہ سے میری کہنی ایک شخص کو لگ گئی - اور میرے منہ سے حجاب کی وجہ سے "مجھے افسوس ہے" کے الفاظ نکلنے میں ذرا دیر لگ گئی - مگر اس شخص نے جس کو کہنی لگی تھی - میرے کلام کرنے سے پہلے ہی کہ دیا - "آئی ایم ساری" -

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں - مثلاً اسٹیشن پر ٹکٹ لیتے وقت یا گاڑی میں سوار ہوتے وقت وہ لوگ تحمل اور بردباری سے کام لیتے ہیں - اور ایک دوسرے کو دھکے نہیں دیتے - بلکہ جس ترتیب سے کوئی آئے - اسی ترتیب سے کھڑے ہو کر باری باری ٹکٹ لیتے ہیں - یہی نظارہ دیگر پبلک جگہوں اور ہجوم کے مواقع پر دیکھا جاتا ہے -

ادہر وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے قائل ہیں۔ اور روحانیت سے ان کو تعلق کا دعویٰ ہوتا ہے۔ ان کا یہ حال ہے۔ (الا ماشاء اللہ) کہ مجلس میں دوسروں کے جذبات اور احساسات کا بہت کم خیال رکھا جاتا ہے۔ اور خود غرضی کے نمونے اکثر نظر آتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ ہجوم کے موقعہ پر دوسروں کو دھکے دیکر آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا سٹیشن پر ٹکٹ لیتے وقت ایک دوسرے سے بد اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ اور گاڑی میں سوار ہوتے وقت اندر سے مسافر اتر رہے ہوتے ہیں۔ اور باہر سے دو تین چڑہنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک باہر کو دھکیلتا ہے۔ دوسرا اندر کو دباتا ہے۔ اور دونوں کی گردنیں پھنسی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مجلس میں اگر ایک شخص کرسی پر سے اٹھ کر کسی طبعی ضرورت کے لئے باہر جائے۔ تو دوسرا فوراً اسکی اجازت حاصل کئے بغیر اسکی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس کے واپس آنے پر جگہ دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ غرضیکہ اکثر دفعہ اس قسم کے بد اخلاقی کے نمونے دیکھنے میں آتے ہیں۔ جن کو دیکھکر یورپ کے لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ تم لوگ با اخلاق کسطرح کہلا سکتے ہو۔ اور یہ دقت ہم کو یورپ اور امریکہ کی تبلیغ میں خاص طور پر محسوس ہو رہی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے ہیں۔ تم کیا ہم کو اخلاق سکھانے کے لئے آئے ہو۔ ہم تو ان باتوں میں پہلے ہی تم سے چار قدم آگے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایشیائی لوگوں کی اس بد اخلاقی اور یورپ کے فلسفیوں کے ان اعلیٰ اخلاق کی وجہ کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بد اخلاقی کی وجہ غلط تربیت ہے۔ یورپ کے لوگوں کے اعلیٰ اخلاق ان کی اعلیٰ تربیت کی وجہ سے ہیں۔ نہ کہ روحانی طاقت کے سبب۔ ہم لوگوں کے اخلاق کا منبع روحانیت ہے۔ مگر غلط تربیت کی وجہ سے ہم میں وہ سوشیل اخلاق بعض اوقات ظہور پذیر نہیں ہوتے۔

ان حالات کے ماتحت یہ ضروری ہے۔ کہ ان دونوں قسم کے اخلاق کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز قائم کیا جائے جس سے معلوم ہو سکے۔ کہ اصل اور حقیقی منبع اخلاق کا کونسا ہے۔ اور کس قسم کے اخلاق انسان کے لئے سیکھنا ضروری ہیں۔

دو قسم کی چیزیں ہیں۔ جنکا انسان کے اعمال اور اسکے افعال میں دخل ہے۔ ایک تو انسان کی عقل ہے۔ اور دوسری چیز اس کے جذبات ہیں۔ خوشی اور راحت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان کے افعال میں اسکی عقل اور جذبات مل کر کام کریں۔ اگر انسان کے جذبات اسکو اور طرف لے جائیں۔ اور عقل اسکو اور طرف کھینچتی ہو۔ تو اس انسان کو دُکھ اور تکلیف ہوتی ہے۔ صرف احساسات سے کام لینے میں بعض دفعہ انسان نیکیاں کر لیتا ہے۔ مگر بعض دفعہ اسکو نقصان بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح صرف عقل کے ماتحت بعض کام نیکیاں بن جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ نقصان بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے صرف عقل سے کام لیا ہے۔ انہوں نے سمجھا ہے کہ دنیا میں ہر کام نقصان دہ ہے۔ اور وہ ہر کام پر رنج اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے صرف جذبات سے کام لیا ہے۔ انہوں نے خیال کیا ہے۔ کہ دنیا آرام کی جگہ ہے۔ اور وہ ہر موقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر یہ دونوں افراط اور تفریط کی راہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکا کامل نمونہ تھے۔ تو اصل اخلاق اور نیکی اسی بات کا نام ہے۔ کہ جس جگہ جذبات سے تعلقات ہمدردی اور محبت بڑھیں۔ اسجگہ جذبات کو کام میں لاؤ۔ اور جہاں عقل سے محبت اور تعلقات بڑھیں۔ وہاں عقل سے کام لیں۔ پس معلوم ہوا کہ اعلیٰ اخلاقی تعلیم کیلئے یہ شرط ضروری ہے۔ کہ وہ ایسی کامل ہو کہ انسان نہ صرف عقل و فکر والے افعال بلکہ جذبات والے کاموں میں بھی نیک نمونہ دکھا سکے۔

اس اصل کے ماتحت اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا تربیت والے اخلاق اس قابل ہیں۔ کہ قبول کئے جائیں۔ یا روحانیت کے اخلاق۔ فلسفیوں کے اخلاق اعلیٰ تعلیم اور اچھی تربیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور ان کا اثر صرف قلب عامل (کانشنس مائنڈ) تک محدود ہوتا ہے۔ اور وہ بالکل سطحی اور پُر تکلف ہوتے ہیں۔ اسکے برخلاف باخدا لوگوں کے اخلاق چونکہ روحانیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اسلئے انکا اثر قلب غیر عامل (سب کانشنس مائنڈ) تک پہنچتا ہے۔ اور ان کا نقش گہرا اور دائمی ہوتا ہے۔ (معلوم رہے۔ کہ روح اور قلب کا بھی دماغ کے سب کانشنس حصہ سے خاص تعلق ہے۔ اور قلب عامل یا کانشنس حصہ پر سب کانشنس حصہ کو اقتدار حاصل ہے) یا دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلسفیوں کے اخلاق کا تعلق صرف دماغ سے ہے۔ اور باخدا لوگوں کے اخلاق کا تعلق قلب اور دماغ دونوں سے ہے۔ دماغ میں بناوٹ اور ایک قسم کا تکلف ہے۔ مگر دل میں قوت حاسہ رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ فلسفیوں اور تربیت کے اخلاق صرف ان افعال میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو عقل اور فکر کے ماتحت کئے جائیں۔ لیکن ان افعال میں ان کا ظہور نہیں ہوتا۔ جو جذبات اور احساسات کے ماتحت کئے جائیں۔ اسکے برخلاف باخدا لوگوں کے اخلاق عقل اور جذبات دونوں قسم کے افعال میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جذبات کے ماتحت اسلئے کہ انکا تعلق قلب (سب کانشنس) سے ہے۔ اور عقل کے ماتحت اسلئے کہ قلب (سب کانشنس) کا اثر دماغ (کانشنس) تک بھی پہنچتا ہے۔ پس پہلا فرق ان دونوں قسم کے اخلاق میں یہ ہے۔ کہ تربیت کے اخلاق جذبات اور احساسات کے ماتحت ظاہر نہیں ہوتے۔ چنانچہ اسکا ثبوت یہ ہے۔ کہ مایوسی غصہ اور لمبی بیماری کی حالت میں تربیت کے اخلاق کام نہیں آتے۔ اور انسان کا باطنی گند جو قلب میں ہوتا ہے۔ سطح پر آکر نمودار ہو جاتا ہے۔ اسکی مثال اس طرح پر ہے۔ کہ ایک تالاب ہو جسکی سطح نہایت صاف اور خوبصورت ہو۔ اسمیں سے کنول کے پھولوں کی خوشبو آتی ہو۔ مگر اسکی تہ میں نہایت متعفن کیچڑ ہو۔ اور جب ہوا زور سے چلے۔ اور پانی میں حرکت ہو۔ تو وہ تمام گند سطح پر نمودار ہو جائے۔ اور سطحی خوبصورتی اور خوشبو کو خاک میں ملا دے۔ مثلاً ایک فلسفی عام معاملات اور گفتگو میں بہت اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاتا ہے۔ مگر وہی شخص جب کسی مدعا کے حاصل کرنے میں مایوس ہو جاتا ہے۔ تو خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ اسی لئے کہ اسکے اخلاق سطحی تھے۔ اور صرف دماغ کا تکلف تھا۔ جو جذبات کے ماتحت جاتا رہا۔ اسکے برخلاف ایک باخدا انسان ناکامی کے وقت ہرگز مایوس نہ ہوگا۔ بلکہ صبر اور تحمل سے کام لیگا۔ اور سمجھیگا۔ کہ اسی میں میرے پروردگار کی طرف سے کوئی مصلحت ہے۔ اور وہ ہمت اور استقلال کے ساتھ کوشش میں لگا رہیگا۔ اسی طرح غصہ کی حالت میں ایک فلسفی اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں نہ رکھ سکیگا۔ اور انتقام لیگا۔ اور گالیوں سے اظہار غضب کریگا۔ مگر ایک باخدا انسان غصہ کی حالت میں اپنے جذبات کو قابو میں رکھیگا۔ اور اپنے ہاتھ اور زبان کو اسی حد تک استعمال کریگا جتنا دوسرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہوگا۔

ڈاکٹر ہالینڈ علم النفس کی ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے چال چلن اور اخلاق کا بنیادی پتھر ہمارا قلب (سب کانشنس) ہے۔ مگر تعلیم کی وجہ سے ہمارے دماغ (کانشنس) پر ایک غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے تربیت کے اخلاق کا ظہور ہوتا ہے۔ اور تمام مہذب قوموں کے خیالات میں ایک اتحاد کی صورت نظر آتی ہے۔ مگر قلب (سب کانشنس) جو مخفی طور پر گرد و پیش کے حالات رسم و رواج زبان۔ قومی عادات۔ آب و ہوا کے اثرات وغیرہ سے متاثر ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک الگ چیز ہے۔ جو ہر شخص میں اسکی ایک خاص قلبی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ جو صرف اسکی ذات سے ہی مخصوص نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اسکا قومی اور ملکی کیریکٹر بن جاتا ہے۔ اور فوراً بتا دیتا ہے۔ کہ یہ شخص کس قماش کا ہے۔ اور اسکی خصوصی کمزوریاں اور عادات کو نمایاں کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک فرانسیسی کے خیالات خواہ وہ سوداگر ہو۔ یا پیشہ ور۔ ایک تعلیم یافتہ انگریز یا جرمن سے مختلف نہ ہونگے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ مہذب انسان ہیں۔ مگر وہی فرانسیسی جب ان حالات میں رکھا جائے۔ جو اسکے جذبات اور احساسات کو ابھاریں۔ مثلاً مایوسی یا بیماری کی حالت تو اسکے دماغ (کانشنس) کا تکلف دور ہو جائیگا۔ اور اسکے مخصوص قومی اور نسلی عادات ظاہر ہو جائینگے۔ اور تمام اخلاقی قوانین کو جو تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھے بالائے طاق رکھ دیگا۔

دوسرا امتیازی نشان ان دونوں قسم کے اخلاق میں یہ ہے۔ کہ تربیت کے اخلاق حقیقی خطرہ کے وقت ظاہر نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر سینما کو آگ لگ جائے۔ تو وہی لوگ جو عورتوں کا اس قدر احترام کرتے ہیں۔ تمام اخلاقی قوانین کو بالائے طاق رکھکر اپنی جان بچانے کے لئے بے تحاشا دوڑینگے۔ اور اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں کرینگے۔ کہ عورتیں اور بچے پاؤں کے نیچے کچلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں امریکہ کے ایک سینما میں آگ لگ گئی۔ تو اسی طرح ہوا۔ اس وقت کہاں تھا ان کا ایٹی کٹ اور کدھر تھی انکی اَئی ایم ساری کی پر تکلف صدا مگر ایک باخدا انسان ایسے موقعہ پر قربانی اور ایثار کا نمونہ دکھائے گا۔ اور بجائے اپنی جان بچا کر بھاگنے اور خودغرضی کا نمونہ دکھانے کے ایک ہمدرد اور جان نثار انسان کی طرح پہلے عورتوں بچوں اور بوڑھے اور کمزور لوگوں کو نکلنے کا موقع دیگا۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر بعضوں کو جلتی آگ کے شعلوں میں سے نکال لائیگا۔ اور خود سب سے آخیر باہر نکلیگا یا اس کوشش میں اپنی جان دیدیگا۔ یہ کیوں اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ کوئی علیم۔ حکیم اور قدیر ہستی ہے۔ جو مجھ کو بچا سکتی ہے۔ اور اگر اس کی رضا کے حصول کے لئے جان بھی دینی پڑے۔ تو کچھ پروا نہیں؛

ہم لوگوں کو جو اخلاق سکھائے جاتے ہیں۔ اور جو اصل اعلیٰ حقیقی اخلاقی تعلیم کا منبع ہے (یعنی روحانیت) اگر اس کے ساتھ ہماری تربیت بھی اچھی طرح ہو۔ تو پھر ہم لوگ بفضل خدا فلسفیوں کے اخلاق سے بدرجہا بہتر نمونہ دکھا سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ہم میں موجود ہیں۔ جن کے اخلاق کا فلسفی مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ فلسفیوں کے اخلاق سطحی ہیں۔ اور ان میں ایک قسم کا تکلف ہے اور ان کا ظہور جذبات کے ماتحت اور حقیقی خطرہ کے وقت نہیں ہوتا۔ مگر ہماری اخلاقی تعلیم کا نقش گہرا ہے۔ اور اس کا تعلق قلب سے ہے۔ اسی واسطے وہ عقل و فکر اور جذبات دونوں کے ماتحت ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہی اخلاقی تعلیم کا اصل مقصد ہے +

اس مضمون سے میری غرض صرف علمی رنگ میں تربیت اور روحانیت کے اخلاق میں فرق بتانا ہی نہیں۔ بلکہ اصل غرض اپنے بھائیوں کو اعلیٰ تربیت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ پس ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے بچوں کی روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی ایسے اعلیٰ طریق پر کریں۔ کہ وہ ہر قسم کے حالات میں مخالفین کو بہترین نمونہ اخلاق کا دکھائیں۔ کیونکہ ہم لوگوں نے مغربی قوموں میں تبلیغ کرنی ہے۔ اور ان میں کام کرنے کے لئے اس قسم کی تربیت کی سخت ضرورت ہے +

(خاکسار ڈاکٹر) چوہدری محمد شاہ نواز خاں (اسسٹنٹ سرجن)

خدمت دین اور احمدی مستورات

میں نے اخبار الفضل میں چند دن ہوئے۔ ایک بہن کا مضمون احمدی مستورات کی خدمات دین کے متعلق پڑھا۔ میرے دل میں بھی از حد جوش ہے۔ اور میں تمام بہنوں سے عرض کرتی ہوں۔ کہ اس بہن کے مضمون سے فائدہ اٹھائیں۔ تاکہ ہم بھی کچھ دین کی خدمت کر سکیں۔ اور ہمارا خدا ہم پر راضی ہو۔ میری معزز بہنو! ہم نے خدا تعالےٰ کو پانے کے لئے اپنے رشتہ دار اور عزیز چھوڑ دیئے۔ اگر اب بھی وہ پیارا مالک جو سب دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارا ہے نہ ملا تو ہماری زندگی اس دنیا میں برباد ہو جائیگی۔ خدا ایسا نہ کرے۔ اس لئے اسی کے پانے کے لئے رات دن کوشش کریں۔ اگرچہ مردوں کو خدا تعالےٰ نے بڑی طاقتیں دی ہیں۔ لیکن خدمت دین کے لئے مردوں و عورتوں کو یکساں حکم دیا ہے۔ اسلام میں جس طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی بیبیاں خدمت اسلام میں مردوں کے ساتھ حصہ لیتی رہیں۔ اور ان کے خدا تعالےٰ نے بڑے بڑے بلند درجے کیئے۔ اب ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔ وہ ہماری مائیں ہیں۔ اور ہم ان کی بیٹیاں۔ پس ہماری ماؤں نے جو کام کیئے۔ ہمیں بھی ان کے قدم بقدم چلنا چاہیئے۔ انہوں نے اپنی جانوں پر بہت تکلیفیں سہیں اور رات دن فاقوں میں گذارے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر کرتی رہیں۔ اپنی جان و اولاد و مال کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور خدا کے رستہ میں سب کچھ قربان کرتی رہیں۔ تب خدا تعالےٰ نے ان کے درجے بلند کیئے۔ اس وقت تک ہم عورتوں نے خدمت دین کے متعلق کچھ نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے۔ کہ ہم کوشش کریں۔ برادرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے گذشتہ سال کے سالانہ جلسہ میں فرمایا تھا۔ کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح خدمت اسلام میں حصہ لینا چاہیئے۔ انہوں نے بہت آسان طریقے بھی بتائے تھے۔ جن سے عورتیں دین کی خدمت میں حصہ لے سکتی ہیں۔ مضمون نویس بہن نے بھی جو مشورہ دیا ہے۔ وہ بھی بہت اچھا ہے۔ وہ لکھتی ہیں۔ میں نے کچھ بننے کا کام شروع کر دیا ہے۔ میں نے بھی ان کی تقلید میں کچھ کام شروع کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کامیابی دے۔ اگر سب بہنیں اسی طرح کچھ نہ کچھ کام شروع کر دیں۔ تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سارا دن اپنے گھر کا کام کرتی ہیں۔ اگر ایک گھنٹہ بھی خدا کے لئے خرچ کریں۔ تو خدا تعالےٰ کامیابی دے گا۔ دنیا کے کام تو ہر وقت کرتی ہی ہیں اگر ایک گھنٹہ بھی خدا تعالےٰ کے لئے فرصت نہیں نکال سکتیں تو یاد کرو موت کے وقت کو جبکہ دنیا کا سب کچھ یہاں ہی پڑا رہیگا۔ اور اس جگہ کی نیکی ہی وہاں کام آئیگی۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق اپنے آپ کو بنانا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ پکے مسلمان ہو جاؤ۔ خودی اور سرکشی اور تکبر اور نخوت اور بے دینی کی راہوں کو ترک کرو۔ اور اپنے اندر نیکی و تقویٰ پیدا کرو۔ اور اخلاق اور چال چلن میں فروتنی اور غربت اور تواضع میں وہ کمال دکھاؤ۔ کہ تم لوگوں کے لئے نیک نمونہ ٹھہرو۔ خدا تعالےٰ صرف زبانی دعوؤں اور لافوں سے خوش نہیں ہوتا وہ دلوں کی باتوں کو دیکھتا ہے۔ اسے صورتیں نہیں بھاتیں سیرتیں پسند آتی ہیں۔ پس اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرو۔ تا تم قبول کئے جاؤ۔ یہ زمانہ روحانی اور جسمانی ترقیات کا ہے۔ تم وہ طریق اختیار کرو۔ اور صدق و وفا اور اشاعت دین میں وہ مراتب حاصل کرو۔ کہ آنے والی نسلیں تمہیں رضی اللہ عنہم کے الفاظ سے ہمیشہ کیلئے دعا دیتی رہیں؛

میری معزز بہنو ہمارا جو بھی کام ہو۔ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے ہو۔ اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے کوئی کام نہ کریں۔ وہی ہمارا سب کا حافظ و ناصر ہو۔ اب میں اس مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کرتی ہوں۔ کہ اسلام کو غلبہ دے اور اس کو ملکوں کے دور دراز کناروں تک پہنچائے۔ اور ہم سب کو نیکی اور خدمت اسلام کی زیادہ توفیق بخشے +

(خاکسار خورشید بیگم زوجہ خواجہ محمد شریف صاحب نیدہ ضلع پشاور)

گورنمنٹ ہند کی فرض شناسی

جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان پر ہندوستانیوں کے فائدہ کے لئے حکومت ہونی چاہیئے۔ ان کے اطمینان کے لئے گورنمنٹ ہند کا یہ فیصلہ یقیناً موجب اطمینان ہوگا۔ کہ روپیہ کی شرح تبادلہ ایک شلنگ ۶ پنس مقرر کر دی جائے۔ گورنمنٹ ہند نے یہ فیصلہ کرنسی کمشن کی سفارش پر وزیر ہند کی منظوری سے کیا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ کمشن کے ایک لائق ممبر سر پرشوتم داس ٹھاکر داس نے اپنے ایک طویل اختلافی نوٹ میں اس تجویز کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ رائے دی ہے۔ کہ شرح تبادلہ ایک شلنگ ۴ پنس فی روپیہ مقرر کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے ہندوستان کو سراسر نقصان ہوگا۔ جہاں پہلی تجویز کی صورت میں روپیہ کی قیمت ۱۸ ہو گی وہاں دوسری تجویز کی صورت میں صرف ۱۶ رہ جائے گی۔ یعنی ہر ایک ہندوستانی کی آمدنی بقدر ۲ فی روپیہ کم ہو جائے گی۔ جو شخص ۷۵ روپیہ ماہوار تنخواہ لیتے ہیں۔ ان کو روپیہ کی قیمت کم ہو جانے کے باعث صرف ۶۸ روپیہ ماہوار پڑیں گے۔ جن لوگوں کی آمدنی ۷۵ روپیہ ماہوار ہو۔ ان کے لئے سات روپیہ ماہوار کا گھاٹا پڑیگا

تکلیف دہ ہے۔ اس کے علاوہ روپیہ کی طاقت خرید کم ہو جانے کے باعث اشیاء ضروریات زندگی بہت مہنگی پڑیں گی۔ اور چونکہ اس کا اثر عام ہندوستانیوں پر ہوگا۔ اس لئے ہندوستان ایک نہایت پریشان کن قومی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔ ۱۳ روپیہ کی چیز ۱۵ روپیہ میں آئے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک ہندوستانی گھرانے کو بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لیکن صرف یہی نہیں۔ بیرونی ممالک میں بھی سر بسل تھوم داس کی تجویز ہندوستان کے لئے سخت نقصان دہ ہوگی۔ ہندوستان کا جو مال بیرونی ممالک میں جاتا ہے۔ اس کی قیمت میں ہندوستان کو ۱۸ پنس فی روپیہ کی بجائے صرف ۱۶ پنس فی روپیہ ملیں گے۔ جس سے کروڑوں روپیہ کا گھاٹا ہوگا۔ مزید براں بیرونی ممالک سے جو مال ہندوستان میں آتا ہے۔ اس کی قیمت میں ہندوستان کو ۱۶ پنس فی روپیہ کی بجائے ۱۸ پنس فی روپیہ ادا کرنے پڑیں گے۔ اس سے بھی ہندوستانیوں کو کئی کروڑ روپیہ سالانہ کا مزید گھاٹا پڑے گا۔ گورنمنٹ ہند بہت سا روپیہ اس سرمایہ کے سود میں جو اہل انگلستان نے ہندوستان میں لگا رکھا ہے۔ نیز سابق یورپین سرکاری افسروں کی پنشنوں کی مد میں ہر سال انگلستان کو ادا کرتی ہے۔ اب اگر شرح تبادلہ اشلنگ ۶ پنس کی بجائے اشلنگ ۴ پنس فی روپیہ مقرر کر دی جائے۔ تو گورنمنٹ ہند کو اس سود اور پنشنوں کی مد میں ہر سال کئی کروڑ روپیہ مفت میں زیادہ ادا کرنا پڑے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوستان میں نئے ٹیکس لگانے کی ضرورت پیش آئے گی۔

گورنمنٹ ہند کو ریلوے سامان باہر سے ہندوستان میں منگوانا پڑتا ہے۔ اس لئے اگر شرح تبادلہ اشلنگ ۴ پنس فی روپیہ ہو تو گورنمنٹ کو یہ سامان بہت مہنگا پڑے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کرایہ ریل بڑھ جائے گا۔ پچھلے سال گورنمنٹ ہند نے انبالہ کالکا شملہ ریلوے خریدی تھی۔ چونکہ جو کمپنی اس ریلوے کی مالک تھی۔ اس کے تقریباً تمام حصے دار انگلستان کے رہنے والے تھے۔ اس لئے اس کی قیمت پونڈوں کی شکل میں ادا کرنی پڑی۔ گورنمنٹ نے اشلنگ ۶ پنس فی روپیہ شرح تبادلہ کے حساب سے اس ریلوے کی قیمت بقدر ۴ کروڑ روپیہ ادا کی۔ اگر شرح تبادلہ اشلنگ ۴ پنس فی روپیہ ہوتی۔ تو گورنمنٹ کو ۴ کروڑ کی بجائے ۴½ کروڑ روپیہ ادا کرنا پڑتا۔

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند نے کمشن کی کثرت رائے کی سفارش کو منظور کر کے اس بات کا ثبوت دیا ہے۔ کہ وہ انگلستان کی بجائے ہندوستان کے مالی مفاد کا زیادہ خیال رکھتی ہے۔ اس لئے ممبران اسمبلی کا فرض ہے۔ کہ گورنمنٹ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں اشلنگ ۶ پنس فی روپیہ شرح تبادلہ مقرر کرنے کے لئے جو مسودہ قانون پیش کرے

وصیت نمبر ۲۴۱۳

میں جی ایم ابراہیم ساکن سکندر آباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :- میری آمدنی ماہوار ۲۰۰ سکہ عثمانیہ ہے۔ اس کے ½ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ انشاء اللہ العزیز ۲۰ سکہ عثمانیہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اور اس کے علاوہ کوئی جائداد حاصل کروں۔ اس کے بھی ½ حصہ کی انجمن مذکور مالک ہوگی۔ والسلام ۲۶/۲/۲۱ گواہ شد :- الہ دین ابراہیم بھائی
العبد : M. Ebrahim گواہ شد :- عبداللہ الہ دین

وصیت نمبر ۲۴۲۶

میں سکینہ بیگم زوجہ محمد اسحاق قوم راجپوت ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میری وفات کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ½ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت یوم داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ میری موجودہ جائداد حق مہر مبلغ ۱۰۰ روپیہ ہے۔ فقط والسلام۔ گواہ شد :- احمد الدین ڈنگوی قادیانی بقلم خود۔ العبد سکینہ بیگم بقلم خود۔ ۱۵ مئی ۱۹۲۶ء گواہ شد :- محمد اسحاق اسٹیشن ماسٹر خاوند موصیہ ۱۵/۵/۲۶

وصیت نمبر ۲۴۲۰

میں غلام محمد ولد بڈھا قوم ساہی جٹ ساکن کھیوے والی ضلع گوجرانوالہ حال چھور چک ۱۱۷ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :- میری موجودہ جائداد مبلغ دو صد پچانویں روپیہ جس کے عوض موازی چار گھماؤں پانچ کنال اراضی واقع موضع کھیوے والی تحصیل وزیر آباد منظور کے پاس گروی ہے مگر اس کے علاوہ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ مبلغ ستارہ روپیہ ماہوار ہے۔ تاز یست اپنی ماہوار آمد کا ½ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ نیز بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری وفات پر جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اس کے ½ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء
گواہ شد :- محمد الدین قریشی احمدی امام جماعت چھور ۱۱۷
العبد :- غلام محمد ولد بڈھا قوم جٹ ساہی ساکن کھیوے والی۔ گواہ شد :- محمد اکرم خاں احمدی نمبردار بقلم خود سکرٹری انجمن احمدیہ چھور چک ۱۱۷

وصیت نمبر ۲۴۱۳

میں محمد اسمٰعیل ولد سراج الدین قوم ککے زئی ساکن ۹۹/۶R ضلع منٹگمری کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میری اس وقت آمدن ماہوار پنشن مبلغ ۲۵ روپیہ ہے۔ (۲) زمین کی آمدنی سالانہ اندازاً ۳۰۰ ہزار روپیہ قریباً ہے۔ خاکسار تاز یست زندگی اپنی آمدن کا دسواں حصہ بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات میری جس قدر جائداد ثابت ہوگی۔ اس کے دسواں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط والسلام ۲۶/۴/۱۵ العبد :- جمعدار محمد اسماعیل نمبردار چک ۹۹/۶R جیکب آباد منٹگمری۔ گواہ شد :- محمد شریف احمدی تحصیل منٹگمری۔ گواہ شد :- محمد کریم احمدی دوکاندار منٹگمری

وصیت نمبر ۲۴۲۷

میں مسماۃ خدیجہ بی بی زوجہ سید محمد علی شاہ ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :- میری جائداد موجودہ بصورت زیورات و مہر کل قیمتی چار صد روپیہ ہے۔ اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک و قابض صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز جو رقوات میں بمد وصیت اپنی زندگی میں داخل کر جاؤں وہ حصہ موعودہ سے منہا کی جاوینگی۔ فقط والسلام۔ المرقوم ۱۵ مئی ۱۹۲۶ء
گواہ شد :- خاکسار سید محمد علی شاہ خاوند موصیہ بقلم خود۔ العبد نشان انگوٹھا خدیجہ بی بی۔ گواہ شد :- سید عنایت علی شاہ بقلم خود پسر موصیہ

وصیت نمبر ۲۴۰۱

میں میاں محمد علی درزی ولد اللہ دتا قوم احمدی ساکن گجرانوالہ سکنہ سکندر آباد بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ سر دست میری کوئی جائداد نہیں البتہ میری ماہوار آمد پچاس روپیہ ہے۔ میں تاز یست اپنی آمدنی کا حصہ ⅒ بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور میں یہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ بوقت وفات میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کے ⅒ حصہ کی مالک و قابض ہوگی۔ فقط والسلام۔ گواہ شد :- عبداللہ الہ دین۔ العبد :- محمد علی احمدی درزی۔ گواہ شد :- الہ دین ابراہیم بھائی

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج چہارم جھنگ

بمقدمہ

دوکان چوہدری آتما رام دولت رام بذریعہ چوہدری راجا رام ولد چوہدری آتما رام کنندہ دکیل صدر جھنگ مدعیان بنام لعل

دعویٰ اسامی ۔/۔ روپیہ بروئے بہی

اشتہار بنام لعل ولد ٹھاکر اسی سکنہ موضع شیانہ تحصیل جھنگ

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمنات سے گریز کر رہا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مدعا علیہ کو مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مورخہ ۲۶/۸/۳۱ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی کرے۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی۔

۲۶/۸/۱۰   مہر عدالت   دستخط حاکم

(اشتہارات)

حب اٹھرا

(۱) جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہوں (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہوں (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں (۴) جن کے گھر اسقاط کی عادت ہو گئی ہو۔ (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہوں (۶) جن کے بچے کمزور بدصورت پیدا ہوتے ہیں اور کمزور ہی رہتے ہوں۔ ان کے لئے ان گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ فی تولہ عہ۔ تین تولہ کے لئے محصولڈاک معاف چھ تولہ تک خاص رعایت +

سرمہ نورالعین

اس کے اعلےٰ اجزا موتی و ماميرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا۔ دھند غبار جالا۔ ککرے۔ خارش۔ ناخونہ۔ پھولا۔ ضعف چشم۔ پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے لئے پیدا پانی کے روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بینظیر تحفہ ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عہ)

مفرح عروس زندگی

معدہ کے تمام نقصوں کو دور کرنے والی۔ مقوی دماغ۔ محافظ روشنی چشم۔ نسیان کی دشمن۔ جگر کو طاقت دینے والی جوڑوں کے درد و نقرس کے درد سینہ کو مضبوط بنانے والی مقوی اعضاء رئیسہ دوائی ہے۔ اس کا روزانہ استعمال صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت فی ڈبیہ عہ +

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آگئے ہوں دانتوں سے خون آتا ہو۔ یا پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ اور زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ میں پانی آتا ہو اس منجن کے استعمال سے یہ سب نقص دور ہو جاتے ہیں اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲؍

المشتہر

نظام جان عبداللہ جان معین الصحت قادیان

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے

سرمہ کے تمام اشتہار دینے والوں کو چیلنج۔ کوئی اشتہار دینے والا مقابلتاً اس قسم کی سرٹیفکیٹ پیش کرے

تریاق چشم (رجسٹرڈ)

کے متعلق ہندوستان بھر کے بہت بڑے خاص ماہر امراض چشم ولایت کے سند یافتہ ڈاکٹر کیپٹن ایس۔ ایم۔ اے فاروقی (سرکاری اعلیٰ افسر) ایم۔ ڈی۔ (ی)۔ ایم۔ ایس کا سارٹیفکیٹ (ترجمہ)

میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات (پنجاب) کے تیار کردہ تریاق چشم کو میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا۔ اور اسے آنکھوں کے زخم۔ پانی بہنا اور ککروں کے لئے بہت ہی مفید اور مؤثر پایا۔ اس کے اجزا امراض چشم کے علاج کیلئے بہت مشہور ہیں۔ اور ان اجزا کی مقدار ہر طرح سے صحیح اور ٹھیک نسبت سے ملائی گئی ہے۔ موجد کے تریاق چشم کے تیار کرنے کا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریقہ کے مطابق صاف اور ستھرا ہے۔ دستخط

ایس ایم اے فاروقی کیپٹن ایم ڈی آئی۔ ایم۔ ایس اوپتھلمک سپیشلسٹ (خاص ماہر امراض چشم)

نوٹ:۔ قیمت تریاق چشم (رجسٹرڈ) پانچ روپے فی تولہ محصولڈاک علاوہ موازی ۸ ربذمہ خریدار +

المشتہر

خاکسار مرزا حاکم بیگ (حکیمی) موجد تریاق چشم (رجسٹرڈ) گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج درجہ چہارم شہر راولپنڈی

مقدمہ دیوانی ۴۲۳ بابت سال ۱۹۲۶ء

ایسر چند ولد لکھمیدا اس بھابڑہ سکنہ شہر راولپنڈی مدعی

بنام

فیروزالدین ولد غلام محمد سکنہ راولپنڈی۔ الہ دین ولد سلطان محمد سکنہ راولپنڈی حال رسالہ پور چھاؤنی فلائنگ کور معرفت درزی خانہ بابو الہ دین مدعا علیہم +

دعویٰ دلاپانے مبلغ ۲۱۰ روپیہ اصل مع سود برو رقعہ ۳۴ء

بمقدمہ مندرجہ صدر مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا آگاہ کئے جاتے ہیں۔ کہ اگر مدعا علیہم بتاریخ ۱۸ راہ اکتوبر ۱۹۲۶ء بوقت دس بجے قبل دوپہر برائے پیروی مقدمہ حاضر عدالت ہذا نہ ہونگے تو ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی +

آج بتاریخ ۱۳ ماہ ۸ بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا +

مہر عدالت — دستخط حاکم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج درجہ چہارم شہر راولپنڈی

بمقدمہ ۴۷۹ سنہ ۱۹۲۶ء

شیخ عبدالرحمن جیو ٹھیکیدار صدر بازار راولپنڈی مدعی +

بنام

غلام محمد ولد شیخ محمد قوم میر کشمیری ساکن چوہڑ ہرپال تحصیل راولپنڈی مدعا علیہ +

دعویٰ بابت مبلغ ۷۰۰ روپیہ بابت نالش جات۔ مبلغ گز عداوت

بمقدمہ مندرجہ صدر مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا اسے آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بتاریخ ۲۱ ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء دس بجے قبل دوپہر برائے پیروی مقدمہ ہذا حاضر عدالت ہذا نہ ہوگا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی

آج بتاریخ ۱۴ راگست ۱۹۲۶ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت ہذا کے جاری ہوا +

مہر عدالت — دستخط حاکم

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر))

ممالک غیر کی خبریں

بوڈاپیسٹ ۱۲ر اگست۔ جزیرہ سپیل میں بارود کی تین میگزینوں میں آگ لگ گئی۔ پولیس کی عمارتیں تباہ ہوگئیں۔ ہسپتال اور سرکاری لاسلکی سٹیشن کو بھی نقصان پہنچا۔ آگ پھیل رہی ہے۔ اور اس کے شعلے تیس میل کے قطر سے نظر آ رہے ہیں۔ متعدد جانوں کا نقصان بھی ہوا۔

لنڈن ۱۶ر اگست۔ لامبیتھ کارونرز کورٹ کے باہر اس تابوت کو دیکھنے کے لئے جو مسٹر فرینک پاور ناروے سے لائے ہیں۔ انبوہ کثیر جمع ہوگیا۔ بیان کیا جاتا تھا۔ کہ اس تابوت میں لارڈ کچنر کی نعش موجود ہے۔ کسی یکشنبہ کے اخبار میں مسٹر پاور نے ایک مضمون شائع کرایا تھا۔ جس میں لارڈ کچنر کی غرقابی کے متعلق امارت بحری پر حملے کئے گئے تھے۔ اس مضمون کے جواب میں امارت بحری کو حال ہی میں قرطاس ابیض شائع کرنا پڑا۔ دفتر امور داخلہ کا بیان ہے۔ کہ اس تابوت کو کھولا گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ اس میں کوئی حشو نہیں۔

رگبی ۱۶ر اگست۔ کل رات ڈاکٹر ہال ایڈورڈ کا انتقال ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایکس رے کی تحقیقات کے سرگرم موجد تھے۔ جنگ میں انہوں نے اپنے فن کے لحاظ سے بہت بڑی خدمات انجام دی تھیں۔

رگبی ۱۴ر اگست۔ ایک ایسا ہوائی جہاز طیار کیا گیا ہے جو چار میل فی منٹ کی رفتار سے پرواز کرے گا۔ اس کی مشین ۷۰۰ گھوڑوں کی طاقت کی ہے۔ لنڈن کے قریب اس مشین کا امتحان ہو رہا ہے۔

لنڈن ۱۵ر اگست۔ شہزادہ فریڈرک ولیم ... کا انتقال ہوگیا ہے۔

لنڈن ۱۵ر اگست۔ ۲۰۳ قیدی جن کی قید کی میعاد طویل ہے۔ میڈاسٹون کے جیل خانے سے آئل آف وائٹ میں تبدیل آب و ہوا کے لئے پریزن ہوٹل میں آئے ہیں۔ یہ رخصت انہیں پانچ سال تک نیک چلن رہنے کے انعام میں ملی ہے۔ وہ یہاں موسیقی سنیں گے۔ میگزین پڑھیں گے۔ اور مختلف کھیل کھیلیں گے۔

لنڈن ۱۴ر اگست۔ "ڈیلی میل" کے نامہ نگار مقیم روما کا بیان ہے۔ کہ جو کتا سائینور نوبائیل کے ساتھ قطب شمالی کی طرف گیا تھا۔ اسے توانائی کے انعام کے طور پر ایک طلائی تمغہ پیش کیا گیا۔

کان کن بدستور کام پر واپس آ رہے ہیں۔ شراپشائر کی تین معادن زغال میں تقریباً تمام مزدور جن کی تعداد ۱۲۰۰ ہے کام کر رہے ہیں۔ ناٹس اور ڈربی شائر کی معادن میں ۳۳۵۲ آدمی شنبہ کے دن اور مزید ۱۵۰ آدمی کام کرنے کے لئے گئے۔ لانکشائر وارڈ وکنشائر اور کانگ میں بالترتیب ۵۵۸۳، ۵۸۸۰ اور ۱۵۱۹۱ آدمی کام کر رہے ہیں۔

مصنوعی دودھ جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس میں تازہ دودھ کی تمام صفات ہونگی۔ ڈنمارک میں عنقریب بننے لگے گا۔ مشینری زیر تعمیر ہے۔ اور چند ہی روز میں ایک کمپنی جو ابھی بنی ہے۔ ایک بہت بڑے سرمایہ سے ایک کارخانہ کھولیگی یہی نہیں کہ یہ مصنوعی دودھ صرف اصلی دودھ کا قائم مقام ہوگا بلکہ اس میں اصل مکھن کی چکنائی کی بجائے نباتاتی چکنائی رکھی گئی ہے۔

لنڈن ۱۵ر اگست۔ ٹائمز کا نامہ نگار ریگا سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ موسیو لینن کی وفات کے بعد روس میں تین آدمی "فرمانفرمانیت" کرتے تھے۔ لیکن ان ارباب ثلاثہ میں سے صرف ایک یعنی موسیو اسٹالین رہ گئے ہیں۔ موسیو بیکیان جو کامنیاف کی جگہ ہوئے ہیں۔ وہ اسٹالین کے بڑے حامی ہیں۔

ہندوستان کی خبریں

ہز اکسلنسی لارڈ اردین بالقابہ وائسرائے کشور ہند نے ۱۷ر اگست کو گرمائی دارالسلطنت شملہ میں مجالس قانون ساز ہند کے برسائی سیشن کا افتتاح فرماتے ہوئے اراکین اسمبلی و کونسل آف اسٹیٹ کو اول مرتبہ خطاب کر کے ایک اہم تقریر ارشاد کی۔ جس میں آپ نے ملک کے آئینی مسائل اور فرقہ دار فسادات پر تفصیل کے ساتھ اظہار خیالات فرمایا۔ اور ان معاملات کا بھی مختصراً حوالہ دیا۔ جو اس وقت گورنمنٹ ہند کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ہز اکسلنسی کی تقریر سننے کے لئے اسمبلی و کونسل آف سٹیٹ کے اراکین سوائے سوراجیوں کے بتعداد کثیر ایوان اسمبلی میں مجتمع تھے۔ جو اپنی پوری گنجائش کے موافق معمور ہوگیا تھا۔ اور برآمدوں میں بھی اکثر نشستیں بھری ہوئی تھیں۔ اور بہت سے معزز سربرآوردہ اصحاب و سول افسران بطور وزیٹر موجود تھے۔ ہز اکسلنسی لیڈی اردین صاحبہ وائسرائن اپنے شوہر کے خانہ میں تشریف رکھتی تھیں۔ ہز اکسلنسی نے مسرت کے ساتھ اراکین مجالس قانونساز ہند کا خیر مقدم کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اگرچہ موجودہ اسمبلی کی میعاد جنوری سے قبل ختم نہ ہوگی لیکن سہولت کے خیال سے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ انتخابات اوائل فصل سرما میں کر دئے جائیں۔ اور نئی اسمبلی مرتب ہو کر جنوری میں اجلاس کریگی اس لئے وہ اگلے مہینہ میں موجودہ اسمبلی کو منتشر کر دینگے۔ اور نومبر میں عام انتخابات کئے جائیں گے۔ ہز اکسلنسی نے اراکان کا ایسے وقت میں شملہ پہنچنے پر شکریہ ادا کیا۔ جب کہ انہیں حلقہائے انتخاب میں موجود رہنے کی صریح ضرورت ہے۔

اس کے بعد آپ نے افغانستان و نیپال کی مملکتوں اور سرحد پار کی دوسری قوتوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہونے کا ذکر کیا۔ اور اس پر اطمینان ظاہر فرمایا۔ کہ قضیۂ موصل کا تصفیہ ہو جانے سے ٹرکی اور انگلستان کے درمیان پوری مفاہمت ہونے کے راستہ سے ایک بڑی مزاحمت دور ہوگئی ہے۔ جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی مشکلات کا گورنمنٹ کو پورا احساس ہونے کا یقین دلاتے ہوئے آپ نے آئندہ راونڈ ٹیبل کانفرنس مقررہ کیپ ٹاؤن کا حوالہ دیا۔ کہ ہندوستانی وفد کانفرنس کے اراکین کے ناموں کا عنقریب اعلان کر دیا جائے گا۔ اور امید ہے۔ کہ ہندوستانی پبلک کو ان سے اس امر کا اطمینان ہوگا۔ کہ ہندوستان کا معاملہ پوری قابلیت و مستعدی کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ آپ نے جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ کا وفد سیاحت ہند کے لئے آنے کا بھی حوالہ دیا۔ اور اس سے مفید نتائج کی امید باندھی۔ آپ نے سلطنت کے تمام حصوں کے روز افزوں باہمی اتحاد و انحصار کا ذکر کر کے آئندہ امپیریل کانفرنس کا حوالہ دیا۔ اور پھر کمیشن تحقیقات ٹیکس۔ کمیشن تحقیقات مسئلہ سکہ و ٹیرف بورڈ کی رپورٹوں کا ذکر فرمایا۔ تعمیر ریلوے میں ہندوستان کی ضرورتوں کے لحاظ سے روز افزوں تیزی و ترقی ہونے کا یقین دلایا۔ ہندوستان میں جہازرانی کی تربیت کا انتظام ہونے کا حوالہ دیا۔ اور ری کمیشن کی سفارشوں پر اظہار خیالات فرماتے ہوئے صوبجات کی سروسوں کے حقوق مدنظر رکھے جانے کا یقین دلایا۔ اور فرمایا کہ آپ کی کوشش یہ ہے۔ کہ ہندوستان کو روز بروز اپنے معاملات کا زیادہ ذمہ دار ہونا چاہیئے اس سلسلہ میں آپ نے ۱۹۲۹ء کے شاہی کمیشن برائے تحقیقات آئینی ترقی کا بھی حوالہ دیا۔ اور فرقہ دار تنازعات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ان کو آئینی ترقی میں حائل بتایا۔

حیدرآباد سندھ ۱۳ر اگست۔ دو سندھی لڑکیوں نے جنکے والد کا نام جگومل (کراچی) ہے۔ گلاسگو یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ سندھی خواتین میں سب سے پہلے انہیں دو لڑکیوں نے انگریزی یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔

مہاراجہ کشمیر اور جموں نے اپنی ریاست کے جنگلوں کی آمدنی میں توسیع کے لئے کئی تدابیر اختیار کی ہیں۔ چنانچہ اسی سال محکمہ جنگلات کی آمدنی میں بیس ہزار سے ڈھائی لاکھ پونڈ کا اضافہ ہوگیا۔ اس آمدنی میں ساکھو کی فروخت سے جو آمدنی ہوئی ہے۔ وہ بھی شامل ہے۔ نیز ایک انگریزی کمپنی کو کشمیر کے کوہستانی علاقہ کی دواؤں کا ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ اس سے بھی جو آمدنی ہوئی۔ وہ بھی اس میں شامل ہے۔

ریلوے گاڑیوں میں اب تک یہ قاعدہ تھا۔ کہ جو مسافر گاڑی کی روانگی کے وقت ٹکٹ حاصل نہ کر سکیں۔ انہیں بغیر ٹکٹ سوار ہونے کی گارڈ اجازت دے سکتا ہے۔ اور پہنچنے کے اسٹیشن پر کرایہ وصول کر لیا جاتا تھا۔ جولائی سے ایسٹ انڈین ریلوے پر یہ قاعدہ منسوخ کیا گیا ہے۔ اب بغیر

(منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)